Lesson 206 Surah Unkabooth Ayat 31-44 tafseer

آج کے سبق کا تعلق پچھلے سبق سے ہے تو ویسے تو پچھلی آیات سے مل کر ہی ان کی تفسیر مکمل ہوتی ہے تو یہاں پہ بھی کیا ہے کہ پچھلے سبق میں آپ نے یہ پڑھا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے جب انکار کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی **رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ** (30-سورت العنکبوت) کہ اے میرے رب ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد کر تو کیا مدد مانگی تھی؟ کہ ان پر عذاب بھیج کیونکہ وہ کہتے تھے کہ کہ ہم اپنی برائیاں، اپنے برے فعل اپنی جو بھی حرکتیں ہیں ان کو نہیں چھوڑیں گے **ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ**(29- سورت العنکبوت) اگر تو سچا ہے تو پھر لے آ اللہ کا عذاب ہم پر۔ تو اب حضرت لوط علیہ السلام اللہ رب العزت سے فریاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی دعا کو قبول کر لیتے ہیں پھر ہوا کیا

آیت نمبر 31- وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ

ترجمہ۔ اور جب ہمارے فرستادے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو انہوں نے اُس سے کہا "ہم اِس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، اس کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں"

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے **إِبْرَاهِيمَ** ابراہیم علیہ السلام کے پاس **بِالْبُشْرَىٰ** بشارت لے کر اب آپ دیکھئے کہ یہاں پر **رُسُلُنَا** آیا ہے تو رسول کی جمع ہے اور بھیجے ہوؤں کو کہتے ہیں یہ رسولوں کے لئے بھی آیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا کتاب دے کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے رسول کا لفظ فرشتوں کے لئے بھی استعمال کیا ہے کیوں فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں، سفیر ہیں اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں **وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا** اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے **إِبْرَاهِيمَ** حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے کیوں آئے **بِالْبُشْرَىٰ** خوشخبری لے کر تو **بُشْرَىٰ** سے مراد کیا ہوتا ہے بشارت اور خوشخبری کو کہتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کیا خوشخبری دی تھی **وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ**(27-سورت العنکبوت) -تو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹے اور پوتے کی بشارت دی، خوشخبری دی تھی تو جو فرشتے آئے وہ خوشخبری لے کر آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور خوشخبری تھی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اور دوسری طرف یہی فرشتے عذاب بن کر بھی آئے ایک طرف رحمت کی خوشخبری لے کر آئے دوسری طرف نقمت۔ نقمت کیا ہوتی ہے؟ انتقام۔ انتقام کی خبر بھی لے کر آئے تو اب جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری انہوں نے سنا دی تو اس کے بعد **قَالُوا** انہوں نے کہا **إِنَّا مُهْلِكُو** کہ بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں **أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ** اس بستی کے لوگوں کو یہ جو **الْقَرْيَةِ** ہے اس کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں اور **الْقَرْيَةِ** سے مراد اشارہ ہے قومِ لوط کی بستی کی طرف آپ دیکھیں ایک ہی بارش ہوتی ہے کسی کے لئے وہ رحمت بنتی ہے کسی کے لئے وہ عذاب بن جاتی ہے۔ اب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بشارت بن کر آئے لیکن وہی فرشتے قومِ لوط کے لئے عذاب کا پیش خیمہ بن کر نمودار ہوئے تو

کائنات کے اندر کیا ہے اضداد ہے ضد ہے تو دنیا ہے تو اس کے بعد آخرت بھی ہے اور اہلِ مکہ بھی کیا کرتے تھے انہوں نے خیر اور شر کے الگ الگ دیوتا بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی تھی۔ تو اللّٰہ تعالی کیا بتا رہے ہیں کہ کائنات کے اندر جو اضداد ہیں ان کے وجود کی وجہ سے اہلِ مکہ تم نے کیوں مختلف خدا بنا لئے بلکہ ہونا کیا چاہئے کہ ایک اللّٰہ کی بندگی کرنی چاہئے کیونکہ ایک اللّٰہ ہے وہ رحمت کا بھی اور زحمت کا بھی، عذاب کا بھی فیصلہ کرتا ہےاور خوشخبری کا بھی وہ ہی فیصلہ کرتا ہے پوری زمین اور آسمان کی خدائی ایک اللّٰہ چلا رہا ہے تو حضرت لوط علیہ السلام کی دعا اللّٰہ رب العزت نے قبول کی اور فرشتوں کو انہیں ہلاک کرنے کے لئے بھیج دیا تو علاقے ساتھ ساتھ تھے قریب تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علاقہ بھی اور حضرت لوط علیہ السلام کا علاقہ بھی تو ایک طرف وہ خوشخبری دے رہے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی بتا رہے ہیں کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں کیوں ہلاک کریں گے؟ **إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ** بے شک اس کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں اب آپ دیکھ لیں کہ پچھلی آیات میں اور پچھلی سورتوں میں آپ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں پڑھا ہے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے ان کا ظلم کیا تھا نمبر 1۔ **لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ** نمبر 2۔ وہ کیا کرتے تھے **لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ**ۖنمبر 3۔ **وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ** نمبر 4۔ **وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ** نمبر 5۔ اس سارے انکار کے بعد وہ کہتے تھے **ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ** کہ ظلم کی حد ہو گئی۔ ظالم کی جمع ہے **ظَالِمِينَ** تو انہوں نے سخت ظلم کیا نا اللّٰہ کو مانا، نا اللّٰہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کو مانا، نا اللّٰہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی باتیں اور دلائل انہوں نے سمجھے فطرت سے ہٹ کر انہوں نے راستہ اختیار کیا تو جب کوئی قوم فطرت سے ہٹ کر چلتی ہے **قَطْعُ السَّبِيلَ** کی مرتکب ہوتی ہے تو پھر اس پر عذاب کا فیصلہ ہو جاتا ہے **قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا وہاں تو لوط موجود ہیں آپ سورت ھود (74'75'76)میں پڑھ چکی ہینکہ سب سے پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو دیکھا کہ انسانی شکل میں آئے ہیں وہ گھبرا گئے کیونکہ فرشتے جب انسانی شکل میں آتے ہیں کسی خاص مہم پر آتے ہیں وہ مہم خطرناک مہم بھی ہو سکتی ہے جب آپ کو انہوں نے بشارت دی تو آپ کی گھبراہٹ دور ہو گئی (کیونکہ کھانا نہیں کھا رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ پریشان نہیں ہو ہم تو اللّٰہ کے بھیجے فرشتے ہیں) اور ساتھ ہی بیٹے کی خوشخبری پوتے کی خوشخبری دی اب گھبراہٹ دور ہو گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام تسلی میں آ گئے تو کہا کہ ہم قوم لوط کی مہم پر بھیجے گئے ہیں تو آپ اس قوم کے لئے بڑے اصرار کے ساتھ رحم کی درخواست کرنے لگے **فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ** (74۔ سورت ھود) جب ان کی گھبراہٹ اور خوف جاتا رہا تو پھر کیا ہوا؟ ،**وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ** تو اس کو ابراہیم کو خوشخبری دی فرشتوں نے **يُجَادِلُنَا** جھگڑا کرنے لگا **فِي قَوْمِ لُوطٍ** قوم لوط کے بارے میں **إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ** (75۔ سورت ھود) اللّٰہ رب العزت کہتے ہیں کہ بے شک ابراہیم کیسے تھے؟ حلیم، اواہ اور منیب بڑے نرم تھے آہیں بھرنے والے تھے اور اللّٰہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے تو آپ دیکھ لیں کہ قوم کفر کرنے والی ہے ،قوم انکار کرنے والی ہے، قوم سخت ظالم ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل گناہگار لوگوں کے لئے بڑا نرم تھا وہ گناہوں سے نفرت کرتے تھے گناہگاروں سے نفرت نہیں کرتے تھے تو ان کا لقب کیا تھا؟ رحمدل، نرم خو ،مشفق، جد الانبیاء تو آپ داعی تھے لیکن سخت مزاج نہیں تھے تو اس سے ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے؟ کہ رحمدلی ایک داعی کا سرمایہ ہے کہ اس کی طبیعت کے اندر نرمی، محبت، شفقت ،رحمت اور نرم خوئی ہونی چاہئے اور یہی صفت رسول اللّٰہ ﷺ کو بھی ملی تھی اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں قوم کے بارے میں جھگڑنے لگے اور اللّٰہ تعالی نے کہا **يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا**ۖ **إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ**ۖ**وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ** (76۔ سورت ھود) کہ جب اللّٰہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے

کسی پر عذاب کا تو یہ وہ عذاب ہوتا ہے جو ٹلنے والا نہیں ہوتا اب پہلے تو قوم کے بارے میں جھگڑا کیا اللّٰہ تعالی کی طرف سے فرشتوں نے یہ جواب دیا اب جب انہیں پتہ چلا کہ قوم کی مہلت ختم ہو گئی ہے اب قوم کو عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا اب حضرت لوط علیہ السلام کی فکر لاحق ہوئی

آیت نمبر 32۔ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ

ترجمہ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا "وہاں تو لوط علیہ السلام موجود ہیں" انہوں نے کہا "ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہے ہم اُسے، اور اس کی بیوی کے سوا اس کے باقی گھر والوں کو بچا لیں گے" اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی

قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا تو فرشتوں نے جواب دیا ہم خوب جانتے ہیں، ہمیں خوب پتہ ہے **بِمَن فِيهَا** کہ اس میں کون کون ہے **فِيهَا** سے مراد بستی ہے کہ اسکے کے اندر کون کون رہتا ہے اخیار ہیں یا اشرار، مومن ہیں یا کافر ہمیں خوب پتہ ہے تو آپ دیکھ لیجئے کہ فرشتے اطمینان دلا رہے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہ جتنے بھی اہلِ ایمان ہیں ہم ان سے خوب واقف ہیں آپ ان کے بارے میں مطمئن رہیں ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے جو ساتھی ہیں ان کے ساتھ کیا کریں گے؟ **لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ۔ لَنُنَجِّيَنَّهُ** ہم ضرور با ضرور نجات دے دیں گے **"ہ"** اسکو کس کو؟ حضرت لوط علیہ السلام کو **وَأَهْلَهُ** اور اس کے باقی سب گھر والوں کو اور گھر والے کون تھے اہلِ ایمان جو آپ پر ایمان لائے ہیں جو آپ کے **متعلقین** ہیں ان کو عذاب سے بچا لیں گے **إِلَّا امْرَأَتَهُ** سوائے اس کی بیوی کے تو اب دیکھیں ایک طرف کہا جا رہا ہے کہ گھر والوں کو بچا لیں گے دوسری طرف یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ اس کی بیوی **الْغَابِرِينَ** میں سے ہوگی کیوں اس کی بیوی کو نہیں بچائیں گے ؟ **كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ** پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے سورت التحریم آیت (10) میں آپ پڑھ چکی ہیں جب دورۂ تفسیر ہوا تھا تو پڑھا تھا اور اللّٰہ تعالی کیا کہتے ہیں کہ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی وفادار نہیں تھی توآپ کی بیوی یہ کس کی وفادار تھی؟ یہ اپنی قوم کی وفادار تھی جیسے اللّٰہ تعالی کہتے ہیں **إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ () ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ** (135,136- سورت الصافات) تو ہم نے ایک بڑھیا کو پیچھے رہنے والوں میں شامل کر دیا۔ بڑھیا کے لئے کوئی بھی ایسا مددگار نہیں تھا جو اس کے کام آتا یا اس کا ساتھ ہی دیتا۔جیسے گرد و غبار پیچھے رہ جاتا ہے جب آپ جا رہے ہوتے ہیں پیچھے پیچھے آپ کے قدموں کے نشانوں پر مٹی دھول اُڑ رہی ہوتی ہے یا گاڑی جا رہی ہے آپ جا رہے ہیں تو اب کیا ہوگا؟ **كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ** بیوی بھی پیچھے رہ جانے والوں میں شامل ہو جائے گی تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی چونکہ اپنے شوہر کی، پیغمبر کی وفادار نہیں تھی تو ایک نبی کی بیوی ہونے کے باوجود اس کو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا کہتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام جب ہجرت کر کے اردن کے علاقے میں آ کر آباد ہوئے تو انہوں نے اسی قوم میں شادی کی لیکن ان کی صحبت میں ایک عمر گزارنے کے بعد بھی آپ کی بیوی آپ پر ایمان نہیں لے کر آئی اس کی ہمدردیاں دلچسپیاں ساری اپنی قوم کے ساتھ تھیں تو اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں رشتہ داریاں اور برادریاں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں حسب نسب کا رشتہ کوئی فائدہ نہیں دیتا ہر شخص کے ساتھ اللّٰہ کے ہاں جو معاملہ ہوتا ہے ایمان اور اخلاق کی بنیاد پر ہوتا ہے تو پیغمبر کی بیوی ہونا اس کو کچھ نفع نہ دے سکا تو اس کا انجام کس کے ساتھ ہوا جس کے ساتھ اس کی

دلچسپیاں تھیں، سرگرمیاں تھیں ، وفاداریاں تھیں اور وہ تھیں اس کی اپنی قوم کے ساتھ کیونکہ اس نے اپنا دین، اپنا اخلاق، اپنا کردار انہی کے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا آپ پیچھے بھی پڑھ چکی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بات سمجھائی تھی کہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو تم نے کیا کر لیا ہے؟ **مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا**(25۔ سورت العنکبوت) بتوں کو مشرکانہ رسموں کو دنیا میں محبت کی بنیاد بنایا ہے اور یہاں یہ کیا تھا حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اس کو بھی تباہ و برباد کر دیا گیا

آیت نمبر 33۔ وَلَمَّا أَن جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ

ترجمہ۔ پھر جب ہمارے فرستادے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو ان کی آمد پر وہ سخت پریشان اور دل تنگ ہوا اُنہوں نے کہا "نہ ڈرو اور نہ رنج کرو ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بچا لیں گے، سوائے تمہاری بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے

یہاں ایک بات آپ یاد رکھیں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے جس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب **لَمَّا** آئے اور اس کے بعد فعل آئے(جیسے **وَلَمَّا** آیا ہے اور اس کے بعد **جَاءَتْ** آیا ہے) تو اس کے پھر معنی کیا ہیں کہ **وَلَمَّا جَاءَتْ** اور جب لے آئے **رُسُلُنَا** ہمارے بھیجے ہوئے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جب **وَلَمَّا** اور اس کے بعد کے فعل کے درمیان "**أَن** "آجائے تو اس صورت میں شرط اور اس کے جواب کے درمیان سبب اور مسبب کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اس کا مطلب کیا ہے کہ جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اب آپ دیکھیں کہ یہاں کیا بات بات چل رہی ہے کہ شرط اور اس کے جواب کے درمیان میں سبب اور مسبب کا تعلق پیدا ہو گیا کیسے **وَلَمَّا أَن جَاءَتْ** پھر جب وہ آئے **رُسُلُنَا** ہمارے فرشتے، ہمارے بھیجے ہوئے **لُوطًا** حضرت لوط علیہ السلام کے پاس اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کتنے نرم دل ہیں کہ وہ بتا رہے ہیں کبھی قوم کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں کبھی حضرت لوط علیہ السلام کی فکر ہو رہی ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے کہ کس کو تباہ کرنا ہے کس کو چھوڑ دینا ہے اب فرشتے خوشخبری کی مہم کو سر کرنے کے بعد اب آگئے ہیں عذاب بن کر اور وہ آئے ہیں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس اب جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہیں تو حضرت لوط علیہ السلام کا معاملہ کیسا ہے اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے اس کو بیان کیا ہے کہ ان کے آنے پر حضرت لوط علیہ السلام کا حال یہ تھا **سِيءَ بِهِمْ** اور **وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا** تو مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب فرشتے حضرت جبرائیل ، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے رخصت ہوئے تو سدوم کے علاقے میں آگئے وہ خوبصورت جوان لڑکوں کی صورت میں تھے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم کی آزمائش تھی تاکہ ان کے اوپر حجت تمام ہو جائے جب وہ پہنچے تو سورج غروب ہو رہا تھا انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے ان کے ہاں مہمان بننے کی اجازت طلب کی انہوں نے سوچا کہ اگر میں نے ان کی مہمانی نہ کی تو کوئی اور شخص انہیں اپنا مہمان بنا لے گا حالانکہ وہ لوگ انتہائی بدکردار ہیں آپ اسی وجہ سے پریشان ہوئے کہ آپ کو معلوم تھا کہ مہمانوں کا دفاع کرنا اور بدکاروں سے بچانا ایک مشکل کام ہے آپ کو پہلے بھی اس کام کو انجام دینے میں سخت مشکلات پیش آ رہی تھیں کہ قوم کو سمجھائیں کہ جو عمل تم کرتے ہو **الْفَاحِشَةَ** والا عمل اور جو تم رجال کے پاس آتے ہو نساء کو چھوڑ کر تو یہ بہت

ہی برا ہے اور شہر کے لوگوں کا کردار یہ تھا کہ انہوں نے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ کسی اجنبی کو ہم اپنا مہمان نہیں بنائیں گے تو حضرت قتادہ رحمہ اللہؒ کہتے ہیں کہ فرشتے جب انسانی شکل میں آپ کے پاس آئے تو آپ کھیتوں میں کام کر رہے تھے انہوں نے آپ کے ہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی آپ کو ان کی درخواست رد کرنے سے شرم آئی اس لئے آپ ان کے آگے آگے گھر کی طرف چل پڑے آپ ان سے اشاروں کنایوں میں ایسی باتیں کہنے لگے جن کو سن کر وہ اس بستی سے چلے جائیں اور کسی دوسری بستی میں جا ٹھہریں آپ نے ان سے کہا قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر اس بستی والوں سے زیادہ گندے اور خبیث لوگ بھی ہوں گے سورت ھود کی آیت نمبر 77 کی تفسیر میں ابن کثیر نے یہ بات لکھی ہے انہوں نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر اس بستی سے زیادہ گندے اور خبیث لوگ بھی ہوں گے پھر تھوڑا سا چلے پھر یہی بات کہی اس طرح آپ نے چار مرتبہ یہ بات فرمائی فرشتوں کو اللہ کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ قوم کو اس وقت تک تباہ نہ کریں جب تک ان کا نبی ان کے خلاف گواہی نہ دے دیں اب وہ کیا کر رہے تھے اشارے کنائے میں بتا رہے تھے کہ یہ قوم بڑی بری ہے اور اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا **وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ** (78- سورت ھود) اب لوط علیہ السلام فرشتوں کو باز رکھنے کے لئے مختلف قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں - ان کو تو نہیں پتہ تھا وہ انسانی شکل میں فرشتے تھے ایک طرف ان کو کہہ رہے ہیں دوسری طرف اپنی قوم کو کہتے ہیں **قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ** تو اب آپ دیکھ لیں کہ قوم کو کیسے سمجھاتے ہیں **أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ () وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ (165,166-** سورت الشعراء) تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ایک طرف وہ قوم کو سمجھا رہے ہیں اور دوسری طرف وہ اس بات پر بڑے پریشان ہیں کہ یہ مہمان ہیں اب میں ان کی عزت کی حفاظت کیسے کروں، اب میں ان کی مہمان نوازی کیسے کروں تو یہ ہے **سِيءَ بِهِمْ** کہ ان کے آنے پر وہ سخت پریشان ہوئے تو آپ کو پتہ ہے کہ **سِيءَ** کے معنی کیا ہوتے ہیں مادہ کیا ہے اس کا **(س و ء)** اب کیا تھا کہ ان کو دیکھتے ہی وہ پریشان ہوئے کہ اگر میں مہمانی نہ کروں تو یہ پریشانی کی بات ہے ، دوسرے قوم کے لوگ اپنے گھر لے جائیں تو یہ اس سے بڑی پریشانی کی بات ہے تیسرے میں اپنے گھر میں ان کے لے جاؤں تو کوئی برا معاملہ ہو جائے تو یہ اور زیادہ پریشانی کی بات ہے تو اس پر ان کا آنا برا لگا سے اور کیا مراد ہے کہ وہ پریشان ہیں کہ جائیں تو جائیں کہاں کریں تو کریں کیا دوسری طرف **وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا.** تو **ضَاقَ** کا مادہ **(ض ی ق)** کیا ہے تنگی کے لئے آتا ہے اور یہ تنگی جگہ کی بھی ہوتی ہے اور یہ سینے کی تنگی کے لئے بھی آتا ہے **وَضَاقَ** اور تنگ ہوا **بِهِمْ** ان فرشتوں کے آنے سے **ذَرْعًا (ذ ر ع)** یہ بازو کے لئے آتا ہے ہاتھ کے لئے آتا ہے یہ کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخر تک کے حصے کو کہتے ہیں تو فرشتوں کو جب دیکھا تو اس سے ان کا بازو تنگ ہوا اور بازو کیا ہوتا ہے آپ دیکھیں کہ سینے کے ساتھ ہی لگا ہوتا ہے دل کے ساتھ ہی ہوتا ہے تو بازو تنگ ہونا سے مراد کیا ہے کہ بازو لمبائی کے لئے بھی آتا ہے **سَبْعُونَ ذِرَاعًا** (32- سورت الحاقہ) لمبائی کے لئے بھی آتا ہے طاقت کے لئے بھی آتا ہے اور اس کے علاوہ کبھی کبھی یہ موقع کی مناسبت سے دل، سینے کے لئے بھی آتا ہے کہ فرشتوں کو دیکھ کر انہیں دل ہی دل میں گھٹن محسوس ہونے لگی ان کا دل بہت پریشان ہوا وہ اتنے پریشان ہو گئے کہ میں اپنے مہمانوں کو بچاؤں کیسے اگر چھوڑ دوں تو بڑی بے مروتی ہے شرافت کے خلاف ہے اگر لے جاؤں اور ان کی حفاظت نہ کر سکوں- اور اگر چھوڑ دوں تو گویا کہ میں نے خود انہیں بھیڑیوں کے حوالے کر دیا تو میں کروں کیا آپ یہ بھی پڑھ چکی ہیں- **لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ** (80- سورت ھود) اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ لے سکتا. آپ نے یہ تمنا کیوں کی تھی کہ قوم بہت بری تھی اور وہ مہمانوں کے ساتھ برا

سلوک کرتی تھی اور آپ سوچ رہے تھے کہ میں کیا کروں کیسے مضبوط سہارا لوں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ ایک مضبوط سہارے کی پناہ لیتے تھے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے اس حدیث کے معنی کیا ہیں کہ جیسے دیکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی کوئی مددگار نہیں تھا کہ قوم نے ان کو آگ میں جھونک دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بڑا نوازا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے کہا تھا اللہ تعالی کہ تو مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے مجھے دل کا اطمینان چاہئے تو اللہ تعالی نے کہا تھا کہ چار پرندے لے لے اور وہ ساری بات پھر ایک بستی اور اس طرح پیچھے پہلے پڑھ چکی ہیں تو وہ جو حدیث میں نے ابھی پڑھی اس کا کیا مطلب ہے کہ ہمیں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالی مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیسے شک کر سکتے تھے تو حدیث کا مطلب کیا ہے کہ ہم ابراہیم سے زیادہ شک کرنے کا حق رکھتے ہیں یعنی گویا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو شک نہیں کر رہے تھے کہ اللہ تعالی تو مردوں کو زندہ کیسے کرتا ہے بلکہ وہ تو اطمینان قلب چاہتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان بڑا مضبوط تھا وہ یقین کرنے والے تھے شک کرنے والے نہیں تھے تو ایک بات آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کہی اور دوسری حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ ایک مضبوط سہارے کی پناہ لیتے تھے تو مضبوط سہارا کیا تھا ویسے تو اللہ تعالی کا سہارا ہی مضبوط سہارا ہے۔ اللہ تعالی پر اعتماد ہے باقی سارے سہارے کمزور ہیں لیکن اب حضرت لوط علیہ السلام مختلف سورتوں میں آپ پڑھ رہی ہیں کہ فرشتوں کے آنے پر وہ اتنے پریشان ہیں کہ کہہ رہے ہیں کہ میں کیا کروں اب کون مدد کرے کبھی اللہ کی طرف رجوع ہے اور کبھی کوئی اور تدبیر ہے تو یہاں یہ بھی کیونکہ اپنی حالت یہ ہے کہ وہ ان کے آنے پر دلی طور پہ بھی تنگی محسوس کر رہے ہیں اور ویسے بھی ان کو دنیا تنگ لگ رہی ہے کے کیسے ان کی حفاظت کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا دل ان کا بازو بھی تنگ ہو رہا ہے کہ ان کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے کوئی سہارا نہیں ہے پریشان ہیں تو اصل میں یہ کنایہ ہے **سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا** ہاتھ تنگ ہونا، دل تنگ ہونا ،ہاتھ قوت کے لئے آتا ہے خود بھی کمزور ہیں اور پاس بھی کوئی نہیں ہے جو کہ مدد کر دے تو یہ معنی مراد ہیں اب جب فرشتوں نے ان کو دیکھا پریشان **وَقَالُوا** اور انہوں نے کہا **لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ** کہ نہ تو آپ ڈریے اور نہ ہی آپ رنج کیجئے تو اب یہاں پر فرشتے حضرت لوط علیہ السلام پر یہ راز فاش کر دیتے ہیں کیا کہتے ہیں؟ **قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوا إِلَيْكَ** تو جب وہ پریشان ہیں تو فرشتے کہتے کہ اے لوط ہم تو فرشتے ہیں اور یہ ہم تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے، یہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کو بتا دیتے ہیں کہ آپ پریشان نہ ہوں ہماری حفاظت کی جو آپ کو فکر ہو رہی ہے یہ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے اور سورت ھود میں ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے کہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں گھسے چلے آرہے تھے اور آپ نے محسوس کیا تھا کہ اب آپ کسی طرح بھی اپنے مہمانوں کو ان سے بچا نہیں سکتے تب ہی تو آپ نے پریشان ہو کر چیخ کر یہ بات کہی تھی کاش کہ کوئی طاقت ہوتی ،کوئی مضبوط سہارا ہوتا کہ میں اپنے مہمانوں کو ان سے بچا لیتا تو آپ دیکھیں کہ اس قوم کا حال کیسا تھا اور اللہ رب العزت نے بھی اس قوم کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ وہ خوشیاں مناتے ہوئے ان کے مہمانوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے جب آئے تو فرشتوں نے پہلی بات کہی کہ آپ خوف نہ کریں اور دوسری آپ غم نہ کریں تو خوف کا تعلق کس سے ہوتا ہے آنے والے دور سے، آنے والے وقت سے۔ تو اب آگے کیا ہونے والا ہے اس کا آپ کو خوف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم فرشتے کافی ہیں اور **وَلَا تَحْزَنْ** اور حزن کا تعلق کس سے ہوتا ہے ماضی سے اب تک

جو ہو چکا سو ہو چکا اب آپ اُس پہ بھی اپنا دل نہ کڑھائیں۔ **إِنَّا مُنَجُّوكَ** بے شک ہم بچانے والے ہیں، بے شک ہم نجات دینے والے ہیں **"ک"** تُجھے **وَأَهْلَكَ** اور تیرے گھر والوں کو **إِلَّا امْرَأَتَكَ** سوائے تیری بیوی کے **كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ** جو کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے اب آپ دیکھ لیجئے کہ فرشتے ہیں بتا رہے ہیں کہ ہم آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والے جو لوگ ہیں ان کو تو بچا لیں گے لیکن آپ کی بیوی نہیں بچائی جائے گی وہ آپ کے گھر والوں میں اہل و عیال میں شامل نہیں ہے **كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ** وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے **الْغَابِرِينَ** گرد وغبار جیسے پیچھے رہ جاتا ہے بالکل اسی طرح آپ کی بیوی پیچھے رہ جائے گی اور مفسرین بتاتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام باہر تشریف لے گئے اپنے پر کا ایک کنارہ ان کے چہروں پر مارا تو وہ اندھے ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی آنکھیں بالکل ختم ہو گئیں نہ ان کی جگہ ہی باقی رہی، جیسے چہرے کی ہڈی میں گڑھے جیسی صورت ہو جاتی ہے نا ایسے ہو گیا نہ کوئی نشان باقی رہا وہ دیواروں کو ٹٹولتے اور اللّٰہ کے نبی کو دھمکیاں دیتے لوٹ گئے۔ جاتے ہوئے وہ یہ کہہ رہے تھے جب صبح ہوگی تو تم سے نمٹیں گے۔ ان کو یہ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ہم مہمانوں تک کیوں نہیں پہنچ سکے وہ سمجھے اندھیرا ہوگیا، رات ہوگی، تو کہا کہ صبح ہوگی تو ہم تم تک پہنچیں گے تو اللّٰہ رب العزت کیا فرماتے ہیں

آیت نمبر 34۔ إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ

ترجمہ۔ ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اُس فسق کی بدولت جو یہ کرتے رہے ہیں"

إِنَّا مُنزِلُونَ بے شک ہم ہی نازل کرنے والے ہیں **مُنزِلُونَ** مُنزِل کی جمع ہے ہم اُتارنے والے ہیں، ہم نازل کرنے والے ہیں **عَلَىٰ** اوپر **أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ** اِس بستی والوں پر، اِس بستی کے لوگوں پر ہم نازل کرنے والے ہیں **رِجْزًا** اور **رِجْزًا** کیا ہے عذاب ہے اور عذاب اللّٰہ تعالیٰ نے جو اِس بستی پر نازل کیا وہ آیا کہاں سے؟ **مِّنَ السَّمَاءِ** آسمان سے تو اللّٰہ تعالیٰ نے اِس بستی پر آسمان سے عذاب نازل کیا اور کیا کیوں اِس کی علت کیا تھی؟ **بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ** اُس فسق کی بدولت جو یہ کرتے رہے، اُس نافرمانی کی وجہ سے جو وہ کرتے رہے تو آپ دیکھ لیجئے کہ یہ قوم نافرمانیاں کرنے والی تھی اللّٰہ کی آیات کا مذاق اڑانے والی تھی آپ دیکھیں جیسے اللّٰہ رب العزت کہتے ہیں **ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ (10**- سورت التحریم) دو پیغمبروں کی بیویاں پیچھے رہیں ایک حضرت نوح علیہ السلام اور دوسرے حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام **والھہ** اور حضرت نُوح علیہ السلام کی بیوی کا نام **والغہ** تو اللّٰہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں کہ دونوں جو بیویاں تھیں یہ کیسی تھیں؟ **كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ (10**- سورت التحریم) تو انہوں نے خیانت کی تو خیانت سے مراد کوئی بدکاری نہیں بلکہ دین کے معاملے میں نبیوں کی پیروی نہیں کی اور حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہ اور دوسرے صحابہ کہتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی تو اصل بات کیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کا ساتھ دیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے عذاب نازل کر دیا تو آسمان سے جو عذاب نازل کیا وہ کیا تھا؟ پتھروں کی بارش تھی جو اس قوم پر برسائی گئی تھی تو **رِجْزًا** کس عذاب کو کہتے ہیں؟ ایسا عذاب جو دیکھنے اور سننے

والوں پر کپکپی طاری کر دے بعض اوقات ہوتا ہے نا کہ آپ کسی کا کوئی پھوڑا دیکھتے ہیں پیپ نکل رہی ہے، سرانڈ ہے، بدبو آ رہی ہے تو سوچ کر کپکپی سی آنے لگتی ہے آپ کوئی حادثہ دیکھ لیں خون بہہ رہا ہے، چیخیں ہیں، آہیں ہیں تو کیا ہے کہ کپکپی سی طاری ہو جاتی ہے۔ کشمیر میں جو زلزلے آئے تھے اور وہاں پہ جو تباہی بربادی ہوئی تھی تو آپ نے جیسے اخباروں میں ہی پڑھا، ٹی وی پہ ہی دیکھا تو کپکپی طاری ہو گئی پہاڑ چلتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور لوگوں کے یہ بیان تھے کہ ہم نے سمجھا کہ قیامت ہی آگئی ہے اور ہماری اپنی بلڈنگ میں امریکہ میں جہاں پہ تھے تو ایک ہماری ہمسائی تھیں اس کے گھر والے بھی اس کی زد میں آ گئے تھے تو کہہ رہی تھیں کہ میری امی بتاتی ہیں کہ وہ صبح اٹھ کر پودوں کو پانی دے رہی تھیں (گھر کے اندر بھی بعض اوقات پودے لگے ہوئے ہوتے ہیں)اور ایک بیٹی ان کی استاد تھیں وہ اسکول سے جا چکی تھیں اور بہو اور بیٹا سو رہے تھے اور کہتی ہیں کہ اتنے میں آوازیں آنے لگیں اور دھماکے ہونے لگے اور بعد میں پھر ہوا کیا کہ جو بیٹا اور بہو تھے ان کو بھی بچایا نہ جا سکا وہ بھی مٹی کے نیچے آگئے اور کہتی ہیں والدہ کے پاس ہم سب بہن بھائیوں کا زیور تھا انہوں نے چاہا کہ میں اس کو جا کے بچا لوں۔ کہتی ہیں کہ جب اسکول سے بچوں کو لوگ نکال رہے تھے توجو بہن استانی تھیں اس کی لاش ملی تو اس کی گود میں بچہ تھا اور مری ہوئی تھیں تو اصل بات کیا ہے کہ ایسے عذاب اور ایسی باتیں سن کر دہشت طاری ہو جاتی ہے اور اس عورت بچاری کا کوئی حال نہیں تھا ایک نہیں کہتی تھیں کہ کئی لوگ ہمارے خاندان کے چلے گئے تو اصل بات کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم اس بستی کے لوگوں پر عذاب نازل کرنے والے ہیں اور کیسا **رِجْزًا** کہ جسے سن کر لوگوں پہ کپکپی طاری ہو جائے اور جسے دیکھ کر لوگوں پہ کپکپی طاری ہو جائے اور یہ آیا کہاں سے؟ آسمان سے اور کیوں آیا؟ کیونکہ وہ فسق کرتے تھے۔ فسق کیا ہوتا ہے حدوں سے نکل نکل جانا۔ فاسق جو عمل کرتا ہے اس کو فسق کہتے ہیں تو اصل بات یہ ہے کہ **مِّنَ السَّمَاءِ** سے مراد کیا ہے؟ اللہ کی شدت ،اللہ کے قہر کے لئے آسمان کا لفظ بولا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کا عذاب کسی قوم پر اس وقت بھیجتا ہے جب وہ سرکشی میں، نافرمانی میں حد کر دیتی ہے اور آپ دیکھ لیں کہ ان پر جو عذاب آیا تھا وہ کیسا عذاب تھا سورت ھود میں آپ پڑھ چکیں اور اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا** نیچے کو اوپر اور اوپر کو نیچے کر دیا **وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ () مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ (82,83-** سورت ھود**)** علماء کرام فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر سے ان سات بستیوں کو جڑوں سے اکھیڑ دیا جن میں چار لاکھ یا چالیس لاکھ افراد تھے اور ان میں موجود جانوروں سمیت انہیں آسمانوں تک بلند کیا (پہلے نیچے سے اٹھا کر اوپر) حتیٰ کہ فرشتوں نے ان کے مرغوں کی آذانیں اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنی پھر انہیں اُلٹ کر پھینک دیا اور آپ دیکھیں عذاب کیسا تھا؟ بارش تھی پتھروں کی اور پتھر کیسے تھے **مِّن سِجِّيلٍ** سجیل کہتے سخت، مضبوط کو **مَّنضُودٍ** کا مطلب ہوتا ہے کہ آسمان سے ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا مسلسل **مُّسَوَّمَةً** ہر پتھر پر کسی نہ کسی مجرم کا نام لکھا ہوا تھا ہر آدمی کا نام لکھا ہوا تھا وہ اسی پر گرتا تھا اور اس کا سر کچل کے رکھ دیتا تھا تو آپ دیکھ لیں کہ اوپر کا حصہ نیچے نیچے کا اوپر مسلسل پتھروں کی بارش ہے پتھر بھی سخت مضبوط ایک کے بعد دوسرا اور اس پر اگر کسی کا نام لکھا ہوا ہے تو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے کوئی شہر میں ہے، کوئی سفر میں ہے، کوئی گھر میں ہے، کوئی باہر ہے سب پر وہ پتھر تابڑتوڑ گرتے جا رہے تھے تو یہ ہے **بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ**

آیت نمبر 35۔ وَلَقَد تَّرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

ترجمہ۔ اور ہم نے اُس بستی کی ایک کھُلی نشانی چھوڑ دی ہے اُن لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں

پھر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اور ہم نے چھوڑ دیا **تَّرَكْنَا** کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ ترک کر دینا، چھوڑ دینا۔ ہم نے چھوڑ دیا **مِنْهَا** اس میں اور **"هَا"** کی ضمیر بستی کے لئے آئی ہے کہ ہم نے اس بستی میں چھوڑ دیا، کیا چھوڑا اس میں؟ **آيَةً بَيِّنَةً** کھلی نشانی یعنی ہم نے اس بستی کو ہی ایک کھلی نشانی بنا کر چھوڑ دیا **لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ** ایک ایسی قوم کے لئے جو عقل رکھنے والی ہے تو اب یہاں پر اللہ رب العزت کیا بتا رہے ہیں کہ ہم نے اس قوم کو جب تباہ و برباد کیا تو عبرت کی نشانی بنا کر چھوڑ دیا ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں تو عقل کون رکھتے ہیں؟ جو علم رکھتے ہیں۔ علم والے ہی عقل رکھتے ہیں کہ وہ کسی معاملے پر غور کرتے ہیں تو اس کا سبب، اس کا نتیجہ، اس کے آثار ان سب باتوں پر غور کرتے ہیں مثلاً آپ دیکھیں کہ جو لوگ غور و فکر نہیں کرتے ان کا معاملہ تو ان جانوروں کی طرح ہوتا ہے کہ جنھیں ذبح کرنے کے لئے اگر ذبح خانے لے جایا جائے تو ان جانوروں بچاروں کو نہیں پتہ ہوتا کہ ہمیں کھیت میں چرنے کے لئے لے جایا جا رہا ہے یا ذبح خانے لے جایا جا رہا ہے ذبح کرنے کے لئے۔ تو یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ ان کا جھٹلانا ان کا اعراض کرنا، اس حماقت پر اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ اہل مکہ بھی اگر آج جھٹلا رہے ہیں ،اعراض کر رہے ہیں تو یہ عقل سے کیوں نہیں بہرہ مند ہوتے (کیونکہ اہل مکہ کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا جو علاقہ تھا یہ ایک کھلی نشانی تھی جسے بحیرۂ مردار کے نام سے، بحرلوط کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور اہل مکہ جب گزرتے تھے شام کی طرف تجارتی سفر کرتے تھے تو دن رات اسے دیکھتے تھے) **وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ** (76۔ سورت الحجر)۔ اور **وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ () وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ** (137,138سورت الصافات) کہ تم قوم لوط کے علاقوں سے دن کو بھی گزرتے ہو اور رات کو بھی گزرتے ہو تو تم اس سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ قوم لوط نے عذاب کا مطالبہ کیا اور اللہ تعالی نے جب ان پر عذاب بھیجا تو کیسا عذاب تھا؟ کہ سدوم اور عمورہ اور جتنے بھی ان کے علاقے تھے شدید عذاب کے ذریعے ان کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا گیا کہ وہ سرسبز و شاداب علاقہ، وہ وادی جہاں چار ہزار سال پہلے یہ قوم آباد تھی اب وہاں کیا ہے؟ بحیرہ مردار کا گندا پانی پھیلا ہوا ہے تو آپ دیکھ لیں کہ یہ تباہی کا جو واقعہ ہے جب فرشتوں کے ذریعے ظہور میں آیا تو آثار قدیمہ کے ماہرین بھی یہ کہتے ہیں اور جغرافیہ دان بھی کہ اس علاقے میں جب زمینی عمل سے پہاڑ ابھرے تو اسی کے ساتھ زمین کے ایک حصے میں وہ ڈھال (نشیب) پیدا ہو گئی اور اس ڈھال کے جنوبی حصے میں سمندر کا پانی بھر گیا پھر اسی طرح وہ خشک حصہ پانی کے نیچے آ گیا جس کو بحیرہ مردار کا کم گہرا جنوبی کنارہ کہا جاتا ہے تو یہ کیا ہے کہ قرآن میں جو خدائی نشان ہے وہ غیر قرآنی مشاہدے میں بھی نظر آتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ قرآن کو پڑھ کر ہی عبرت حاصل کر لی جائے اور ماہرین یہ کہتے ہیں کہ اس برباد شدہ بستی کے کھنڈر اب بھی سمندر کے پانی کے نیچے پائے جاتے ہیں بلاشبہ اس میں بہت بڑی عبرت ہے اور عبرت کن لوگوں کے لئے ہے؟ جو عقل والے ہیں جو اس واقعہ سےعبرت حاصل کیا کرتے ہیں اور جو دوسرے لوگ ہوتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں سوچتے، وہ کچھ بھی پریشان نہیں ہوتے۔ تو اس پورے واقعہ سے جو اللہ تعالی نے ہمارے سامنے رکھا ہے تو اس سے ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے

کہ اللہ کی نافرمانی سے بچنا چاہئے دوسری بات کہ ہم جنس پرستی بہت برا فعل ہے شہوت رانی کی انتہا اور جو قوم لوط نے عمل کیا ہم جنس پرستی کا یہ اس کے ایجاد کرنے والے تھے پھر ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس عمل کی ریسرچ سے جو باتیں سامنے آ رہی ہیں کہ اس کے صحت پر بڑے برے اثرات پڑتے ہیں اسلام تو ویسے ہی اس کو حرام کہتا ہے کہ عورتیں عورتوں کے پاس جائیں یا مرد مردوں کے پاس جائیں لیکن کیا ہے کہ فطرت کے خلاف جو لوگ غیر فطری راستے اختیار کرتے ہیں نکاح کا مقدس نظام جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے اس کو چھوڑ کر جب غلط راستہ اختیار کرتے ہیں تو پھر کیا ہوتا ہے کہ اللہ سے بغاوت کرتے ہیں تو بغاوت کے نتیجے میں کیا اثرات آ رہے ہیں نمبر 1- خاندانی نظام حیات ختم ہو گیا ہے نسل انسانی تیزی سے کم ہو رہی ہے اور نمبر 2- کیا ہے کہ مہلک امراض بہت عام ہیں جس میں ایڈز اور سوزاک سیلان خارش اور مخصوص جو آلہِ تناسل ہے اس کی مختلف بیماریاں پھر اس کے علاوہ خطرناک پھوڑے اور پھنسیاں وغیرہ جس پر جدید ترقی یافتہ قومیں ہزاروں ڈالر خرچ کر رہی ہیں درجنوں تنظیمیں ہیں جو سر جوڑ کر بیٹھی ہیں کہ کس طرح ان امراض کا علاج کیا جائے "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" تو یہ ہے دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔ اگر کوئی قوم ہم جنس پرستی کے عمل کو جائز ہی قرار دے دیتی ہے تو کیا ہے کہ وہ اللہ کی آیات کے خلاف اعلانِ جنگ کرتی ہیں اور جو اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرے گا تو پھر دیکھ لیجئے کہ اللہ بستیوں سمیت آسمان تک اٹھاتا ہے پھر زمین پر پھینک دیتا ہے تو اصل بات کیا ہے کہ عملِ قوم لوط سے بچنا چاہئے اور عمل کا اصول کیا پتہ چلتا ہے کہ مہمانوں کی عزت کرنی چاہئے ان کا دفاع کرنا چاہئے تو قوم لوط کی بستی کھلی نشانی ہے ایسی قوم کے لئے جو عقل رکھنے والے ہیں اب پھر ذکر ہوتا ہے

آیت نمبر 36- وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

ترجمہ۔ اور مَدیَن کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا اُس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو ، اللہ کی بندگی کرو اور روزِ آخرت کے امیدوار رہو اور زمین میں مفسد بن کر زیادتیاں نہ کرتے پھرو"

تَعْثَوْا فکری بگاڑ پیدا ہونا **وَإِلَىٰ مَدْيَنَ** اور طرف مدین کے **أَخَاهُمْ** ان کے بھائی **شُعَيْبًا** شعیب کو بھیجا تو آپ کو یہ بات پتہ ہی ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین والوں کی طرف بھیجا **فَقَالَ** پھر انہوں نے کہا **يَا قَوْمِ** اے میری قوم کے لوگو **اعْبُدُوا اللَّهَ** اللہ کی عبادت کرو تو ایک اللہ کی بندگی کی ان کو دعوت دی گویا کہ وہ لوگ شرک کر رہے تھے تو پہلا کام انہوں نے کیا کیا؟ اور نمبر 1- دعوت کیا دی؟ توحید کی دعوت نمبر 2. **وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ** اور روزِ آخرت کے امیدوار بن جاؤ اب آپ دیکھ لیں کہ یہاں پر جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ہے **وَارْجُوا** امید تو **(ر ج أ)**اس کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ اس کے بنیادی طور پر دو معنی ہوتے ہیں ایک کِنَارَا اور دوسرے امید لگانا تو یہاں پر کیا ہے؟ کہ امید لگاؤ اور رِجَاء ایسی امید کو کہتے ہیں جس کے پورا ہونے کا ظنِ غالب ہوتا ہے رِجَاء کی ضد ہے **يَاسَ، يَعِسُ** مایوس ہونا تو ایسی امید جس کے وقوع ہونے کا ظہور غالب ہو خواہ دیر سے ہو تو اب وہ کہتے ہیں کہ **وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ** اور روزِ آخرت کے امیدوار بن جاؤ اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ وہ کام کرو

جس سے تمہیں آخرت میں انجام بہتر ہونے کی امید ہو سکے۔ دوسرے اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ آخرت کے آنے کی امید رکھو یہ مت سمجھو کہ دنیا کی زندگی ہی بس زندگی ہے کوئی دوسری زندگی نہیں ہے پھر تمہارے اعمال کا حساب بھی نہیں ہوگا اور کوئی جزا اور سزا بھی نہیں ہے جیسے آج کل بھی دنیا میں عمل کرنا کیوں مشکل ہو جاتا ہے کہ جزا اور سزا پر یقین غالب نہیں ہوتا، ظنِ غالب نہیں ہوتا تو اس لئے انہوں نے یہ بات کی کہ آخرت کی امید رکھو اللہ سے ڈرو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے والد کہتے تھے کہ تم کیا یہ کمزور لونڈی اور غلام ہیں ان کو آزاد کرتے رہتے ہو کسی مضبوط کو آزاد کرو کل کو تمہیں فائدہ بھی ہو تمہیں جب ضرورت پڑے تو وہ کیا کہتے تھے کہ اے میرے والد محترم میں اپنے رب سے اجر کی امید رکھتا ہوں ان کو آخرت پر یقین غالب تھا نمبر 3۔ بات **وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ** اور زمین میں مفسد بن کر مت جیؤ تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو مفسد بن کر جینے سے منع کیا **مُفْسِدِينَ** مفسد کی جمع ہے اور مفسد کہتے ہیں زیادتیاں کرنے والوں کو کہیں اللہ تعالیٰ **يَفْسُقُونَ** کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہیں **مُفْسِدِينَ** کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تو وہ قوم کیا فساد کرتی تھی؟ فساد کیا ہوتا ہے؟ حسی فساد بھی ہوتا ہے اور مادی فساد بھی ہوتا ہے۔ بعض اوقات ادب کے ذریعے سے افکار کو تبدیل کر کے ذہنی بگاڑ پیدا کر دیا جاتا ہے یہ بھی فساد ہے جیسے اگر ایسا مواد امتِ مسلمہ میں عام کر دیا جائے جس کی وجہ سے لوگ شرک، بدعت اور گناہ کرنے لگیں یا پھر یہ کہ دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیں اور بعض اوقات مادی بگاڑ کیا جاتا ہے، فساد کیا جاتا ہے، وہ کیا ہوتا ہے؟ قتل و غارت کرنا، ڈاکے ڈالنا، عزتیں لوٹنا، حرام کاریاں کرنا، زنا کرنا یعنی ہر وہ فساد جو ہر دیکھنے والی آنکھ کو نظر آ سکتا ہو۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ بہن ہمیں بتاتی ہیں فساد کی ایک عملی مثال جو ان کے ساتھ پیش آیا۔ میری بیٹی اپنی خالہ سے ملنے گئی تھی لاہور اور بہت چھوٹی عمر میں وہ ایک دفعہ لاہور گئی تھی اس کے بعد وہ کبھی جاہی نہیں سکی تقریباً وہ ساڑھے انیس بیس سال کی تھی میری بہن مانچسٹر میں ہوتی ہیں اس نے گھر لیا تھا لاہور میں وہ کہنے لگی میرا گھر دیکھنے کوئی نہیں آیا میری بڑی بیٹی کی وہاں کانفرس تھی میں نے کہا تم بھی ساتھ چلی جاؤ وہ خالہ کے ساتھ خریداری کرنے بازار گئی۔ شام کا وقت تھا ساتھ میرے خالہ زاد بھائی کی بیوی بھی تھیں وہاں سے یہ رکشے پہ آ رہی تھیں تو چار لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ میری باجی اور میری جو بھابی تھیں ان کا زیور وغیرہ اتروایا اور پرس چھین لئے لیکن میری بہن کی ایک ہاتھ کی چوڑیاں نہیں اتر سکیں اس نے کہا بھی کہ کاٹ لو لیکن ان کے پاس کاٹنے کے لئے کوئی آلہ نہیں تھا تو یہ دونوں پیچھے تھیں اور میری بیٹی درمیان میں تھوڑی سی آگے ہو کے بیٹھی ہوئی تھی تو بس وہ جاتے وقت گولیاں مار گئے جو میری بیٹی کے پیٹ میں لگیں وہیں اس کی وفات ہو گئی تو بس اللہ تعالیٰ کا امتحان ہے۔ میں اللہ کا بہت شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے اس امتحان کی گھڑی میں مجھے ثابت قدم رکھا۔ لوگوں نے کہا تم اب اس بہن سے ملنا چھوڑ دو شاید اس نے زیور نہیں دیا ورنہ اگر یہ زیور دے دیتی تو وہ لوگ تیری بیٹی کو نہ مارتے۔ اب میں اپنی بیٹی کی وفات کو تو بھول گئی مجھے ہر وقت یہی ڈر لگا رہتا تھا اللہ میرے منہ سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالنا جس سے میری بہن کا دل ٹوٹے اور جس سے میری ماں کا دل ٹوٹے کہ ایک طرف تو میرے دکھ دیکھ رہیں ہیں دوسری طرح ہم بہنوں کی لڑائی کو دیکھیں گی تو وہ ٹوٹ جائیں گی۔ تو بس میں ہر وقت یہی دعا کرتی تھی اللہ میرے منہ سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالنا۔ اللہ کا میں بہت شکر ادا کرتی تھی کہ اس مشکل گھڑی میں اس نے میرا ساتھ دیا اور میں اپنے دل کو بس ہر وقت یہی تسلی دیتی تھی کہ تُو خوش قسمت ہے تیرے گھر میں اتنی نیک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کو اللہ نے شہادت کا رتبہ دیا۔ میری اللہ سے ابھی بھی دعا ہے اللہ اس کو شہیدوں کے ٹولے میں سے اٹھانا تو آپ دیکھ لیجئے کہ ایک بیٹی قتل نہیں ہوتی کسی کا شوہر، کسی کی بیوی، کسی کی

بیٹی، کسی کا بیٹا اور قتل و غارت کا اور ڈاکہ زنی کا اور عزتوں کو لوٹنے کا اور تنگ کرنے کا ایک سلسلہ اس زمانے میں بھی جاری تھا جو حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ تھا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جاری تھا اور آج اسلامی ممالک میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور اب وہ اپنی قوم کو کیا کہہ رہے ہیں **وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ** کہ تم زمین میں فساد نہیں کرو اور وہ کیا فساد کرتے تھے؟ ڈاکہ زنی کے علاوہ وہ ایک تجارت پیشہ قوم تھی وہ مال کی حرص میں اتنے بڑھ گئے کہ دھوکہ اور فریب کے ذریعے مال کمانے لگے تجارت میں وہ کمی بیشی کرتے تھے یہی ان کا زمین میں فساد کرنا تھا حالانکہ جائز تجارت کرنی چاہئے اور اب اگر پاکستان میں بھی ڈاکے ڈلتے ہیں، چور چوریاں کرتے ہیں اور پھر قتل کر جاتے ہیں تو یہ کیا ہے؟ کیا کمائی کرنے کا اللہ نے یہ طریقہ بتایا ہے **وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ** اور نمبر 3- بات جو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہی کہ زمین میں مفسد بن کر زیادتیاں نہ کرتے پھرو آپ دیکھیں کہ آپ کی اپنی کلاس کے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ غموں کے پہاڑ ان پر ٹوٹے لیکن وہ صبر و استقامت کے پہاڑ بن گئے اسے زندگی کہتے ہیں، اسے ایمان کہتے ہیں، اسے جرأت و کردار کہتے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ کسی کے اندر کیا چھپا ہوا ہے کیا طوفان ہے، کیا مسائل ہیں، کیا پریشانیاں ہیں تو کیا کرنا چاہئے اللہ تعالی سے ایمان اور استقامت کی دعا کرنی چاہئے کہ تو جب آزمائے تو اے اللہ تو مجھے اس پہ ثابت قدم رکھنا۔ حضرت شعب علیہ السلام نے اپنی قوم کو تین باتیں کہیں نمبر 1- توحید اختیار کرنا نمبر 2 آخرت کی یاد آخرت کے لئے جینا، دنیا میں رہنا لیکن آخرت میں جینا، جو کرنا ہے اللہ کے لئے، آخرت کے لئے وہاں اجر ملے گا اور نمبر 3 کہ زمین میں مفسد بن کر نہیں جینا زیادتیاں، تنگ کرنا، ستانا یہ نہ کرنا

آیت نمبر 37- فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ

ترجمہ۔ مگر انہوں نے اسے جھٹلا دیا آخر کار ایک سخت زلزلے نے انہیں آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے

فَكَذَّبُوهُ پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا مگر پھر ہوا کیا **فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ** کہ ان کو پکڑ لیا **الرَّجْفَةُ** نے اب آپ دیکھ لیں کہ وہاں پہ اللہ تعالی نے **رِجْزًا** بولا تھا یہاں پہ اللہ تعالی نے **الرَّجْفَةُ** بولا ہے اور **الرَّجْفَةُ** یہ کیا ہے؟ قوم شعیب پر جو اللہ تعالی کی طرف سے عذاب نازل ہوا۔ **رجف** کس کو کہتے ہیں ؟ زلزلہ اور وہ ایسا عذاب تھا کہ جب اس قوم پر آیا تو ان کا حال کیا ہو گیا **فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ** کہ وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے کہ جس علاقے میں وہ قوم رہتی تھی اس سے مراد صرف گھر نہیں پورا علاقہ کیونکہ علاقہ ہی گھر ہوتا ہے تو پوری قوم تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ وہ اپنے گھروں میں ایسے ہو گئے **فَأَصْبَحُوا** اس کا مطلب ہوتا ہے حالت کی تبدیلی صبح کے وقت وہ ہو گئے **فِي دَارِهِمْ** اپنے گھروں میں **جَاثِمِينَ** اوندھے پڑے ہوئے **(ج ث م)** کے معنی ہوتے ہیں الٹ دینا اصل میں **جَاثِمِينَ** ہوتا ہے پرندے کا سینے کے بل زمین پر بیٹھنا اور پھر اس سے چمٹ جانا تو کنایۃً معنی کیا ہیں؟ کسی شخص کا سینے کے بل زمین پر لیٹ جانا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا جب ان پر برسا اور آپ یہ بات پڑھ چکیں ہیں کہ بادلوں کے سائے والے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سخت چیخ سے زمین زلزلے سے لرز اٹھی جس سے ان کے دل ان کے آنکھوں میں آ گئے اور ان کی موت واقع ہو گئی اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اٹھ بھی نہ سکے، بھاگ بھی نہ سکے، کہیں جا بھی نہ سکے۔

آیت نمبر 38۔ وَعَادًا وَثَمُودَ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ ۖ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ

ترجمہ۔اور عاد و ثمود کو ہم نے ہلاک کیا، تم وہ مقامات دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہتے تھے اُن کے اعمال کو شیطان نے اُن کے لئے خوشنما بنا دیا اور انہیں راہِ راست سے برگشتہ کر دیا حالانکہ وہ ہوش گوش رکھتے تھے

وَعَادًا وَثَمُودَ اور قوم عاد اور قومِ ثمود اب یہاں پر اس بات کا ذکر نہیں کہ ان کے ساتھ کیا کیا تو یہاں پر مطلب یہ ہے کہ ان کو بھی ہم نے تباہ و برباد کر دیا، ان کو بھی ہم نے پکڑ لیا۔ قومِ عاد کہاں رہتی تھی؟ **یمن،احقاف** اور **حضر موت** کے علاقے میں اور قومِ ثمود **حجر** اور **مدائن** کا علاقہ(پہلے حجر تھا اور اب وہ مدائن صالح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) جو ثمود کی بستی تھی اس کو **مدائن صالح** کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے حجاز کے شمال میں ہے اور ان علاقوں سے عربوں کے تجارتی قافلے آتے جاتے تھے عرب ان بستیوں سے انجان نہیں تھے ایسا نہیں تھا کہ جانتے نہ ہوں بلکہ جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **وَعَادًا وَثَمُودَ** اور قومِ عاد اور قومِ ثمود اور یہ ایسی قومیں تھیں جو بڑی ترقی یافتہ تھیں تہذیب اور تمدن کے راز سے آشنا تھیں اب آپ دیکھ لیں یہ دونوں قومیں دنیا کے معاملات میں بڑی ہوشیار تھیں پہاڑوں کے ذریعے گھر بنانے کے راز کو جان لیا لیکن پیغمبر کے ذریعے زندگی بنانے کا راز نہ جان سکیں تو یہ ہے **وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ** اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اہلِ مکہ کو **وَقَد تَّبَيَّنَ** اور تحقیق واضح ہو چکا، ظاہر ہوا **لَكُم** تمہارے لئے۔ کیا ظاہر ہوا؟ **مِّن مَّسَاكِنِهِمْ** ان کے مقامات سے، ان کے گھر تمہارے راستے میں آتے ہیں جب تم تجارت کرتے توتم قومِ عاد اور قومِ ثمود کے علاقے سے گزرتے ہو یمن احقاف حضرموت حجر ان سارے علاقوں سے گزرتے ہو وہ بستی کیا تھی اور پھر کیا ہو گئی؟ کھنڈر بن گئی، تباہ برباد ہو گئی کیونکہ ان کی ساری تعمیر دنیا ہی کے لئے تھی ، انہوں نے اللہ کا کہنا نہ مانا ،انہوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ **وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ** ان کے اعمال کو شیطان نے ان کے لئے خوشنما بنا کر پیش کیا تو کیوں انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی؟ اصل وجہ یہ تھی کہ شیطان نے ان کی بداعمالیاں آراستہ کر کے ان کے سامنے پیش کیں اور آپ دیکھیں کہ جب کسی عمل کو خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے تو پھر کیا ہوتا ہے انسان دھوکا کھا جاتا ہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ دنیا کی زندگی سب کچھ ہے۔ آخرت کی زندگی ہے ہی نہیں پھر انہوں نے یہ سمجھا کہ دنیا کی تعمیر ہی ساری تعمیر ہے دنیا کے بعد کوئی اور تعمیر ہے ہی نہیں۔ تو **وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ** کہ شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے خوبصورت بنا کر پیش کر دیئے انہوں نے بڑا عروج پکڑا، بڑی انہوں نے ترقی کی لیکن وہ لوگ تباہ وبرباد ہو کر رہے تو اب آپ دیکھیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام ایک طرف اپنی قوم کو سمجھا رہے ہیں دوسری طرف محمد ﷺ پر یہ آیتیں نازل کر کے قریش کے سرداروں کو سمجھایا جا رہا ہے۔ قریش کے سرداروں میں جو برائیاں پائی جاتی تھیں وہ قوم شعیب کے سرداروں میں بھی پائی جاتی تھیں وہ عاد اور ثمود میں بھی پائی جاتی تھیں۔ اہل مکہ کو کہا جا رہا ہے کہ اتنا مت بڑھو، اتنا مت پھیلو، دنیا کی زندگی کو سب کچھ مت سمجھو، شیطان تمہارے اعمال کو تمہیں مزین بنا کر ،خوشنما بنا کر دکھا رہا ہے اور تم پیغمبر کا راستہ اور دین اسلام کاراستہ اور قرآن کا راستہ مت روکو۔ پر ہوا کیا؟ کہ شیطان نے جب ان کے اعمال ان کے لئے خوبصورت بنائے **فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ** اور انہیں راہِ

راست سے روک دیا۔ سبیل سے برگشتہ کر دیا **صَدَّ** لازم اور متعدی ہے خود رکے دوسروں کو بھی روکا شیطان خود گمراہ ہوا دوسروں کو بھی اس نے گمراہ کیا **وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ** حالانکہ وہ ہوش حواس ،ہوش گوش رکھتے تھے تو آپ دیکھ لیجئے کہ **مُسْتَبْصِرِينَ** کا مادہ کیا ہے؟ **(ب ص ر)** اور بصر کسے کہتے ہیں دیکھنا اور **مُسْتَبْصِرِ** دیکھنے والے (ا س ت) یا (ن س ت)یا (ا س ت) جیسے دیکھنے کو مانگنا تو اس کا مطلب کیا ہے یہ اسم فاعل ہے جمع مذکر کہ وہ لوگ دیکھنے والے تھے دیکھنے والے سے مراد کیا ہے؟ وہ بصیرت کے طلبگار تھے وہ بڑے عقلمند لوگ تھے وہ بڑے زیرک اور ہوشیار تھے تعمیر، تمدن، حکومت سیاست اس کے لئے بڑے ماہر اور چالاک تھے لیکن افسوس کہ ان کی چالاکی اور ہوشیاری ان کو شیطان کے پھندوں سے بچا نہ سکی آج کے دور میں ہم بھی کس کو ہوشیار اور عقلمند کہتے ہیں جو جھوٹ بولے، حرام کام کرے، عزتیں لوٹے، ڈاکے ڈالے، کچھ بھی نہ کرے اور بیٹھ کر کھائے ہم کہتے ہیں بڑے چالاک ہیں بڑے ہوشیار ہیں یہ لوگ تو اصل میں شیطان کے جو وسوسے ہیں شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے دنیا کے انہماک کو ان کی نگاہوں میں کُھبا دیا ان کی آنکھیں اللہ اور آخرت کی طرف سے بالکل بند ہو گئیں **فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ** سبیل سے مراد صراطِ مستقیم کا راستہ، توحید کا راستہ ،جوآخرت کی طرف جنت کی طرف راستہ لے جاتا ہے وہ راستہ تو وہ بالکل بند ہو گیا آخر پھر ہوا کیا؟ کہ وہ صراطِ مستقیم سے اصل راستے سے بالکل منحرف ہو گئے **وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ** وہ تھے بڑے عقلمند، وہ تھے بڑے ہوشیار تو کیا بات پتہ چلتی ہے۔ جیسے آج کہتے ہیں کہ یہ سائنس کا دور ہے، یہ ڈالر کا دور ہے، یہ تمدن اور تعمیر کا دور ہے، تو کسی قوم کا عروج اس بات کی گواہی نہیں ہے کہ وہ زندگی کی صحیح شاہراہ پر گامزن ہے۔ بے بصیرت لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کیونکہ ایک آنکھ کھلی رکھتے ہیں دوسری کو بند کردیتے ہیں بس وہ آنکھ جو دنیا دیکھتی رہے اور اس آنکھ سے نظر ہی نہیں آتا جہاں لوگ مر رہے ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ تو دوسری آنکھ جس سے آخرت دیکھنی ہے اور آخرت کی تیاری کرنی ہے تو یہ نظر نہیں آتی تو اصل بات کیا ہے

ڈھُونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا ۔ؔ

اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا

جس نے سورج کی شُعاعوں کو گرفتار کیا

زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا!

تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ** یہ بڑے عقلمند تھے دنیا کے لحاظ سے بڑے چالاک بنتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور صرف انہی کو نہیں

آیت نمبر 39۔ وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ

ترجمہ۔ اور قارون و فرعون و ہامان کو ہم نے ہلاک کیا موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس بیّنات لے کر آیا مگر انہوں نے زمین میں اپنی بڑائی کا زعم کیا حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ اور قارون کو بھی اور فرعون کو بھی اور ہامان کو بھی اللہ رب العزت کہتے ہیں کہ قارون اور فرعون اور ہامان ان کو بھی ہم نے ہلاک کیا **فَأَخَذْنٰهُمُ** پیچھے والی آیت سے آپ لے لیجئے کہ ہم نے ان کو پکڑ لیا اور کیوں پکڑا؟ **وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ** حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس **بَيِّنَاتِ** لے کر آئے کھلی نشانیاں ایک نہیں 9 پھر پوری کائنات کے اندر جو نشانیاں ہیں۔ تو انہوں نے کیا کیا؟ **فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ** انہوں نے زمین میں استکبار کیا انہوں نے کبر مانگا۔ تو کبر کیا ہوتا ہے؟ **"الْكِبْرُ = بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ"**۔حق کو جھٹلانا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا، دوسروں کے حقوق نہ دینا جس کے اندر ذرہ برابر کبر ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ تو یہ قارون اور فرعون اور ہامان تھے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ان کے پاس بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن انہوں نے انکار کیا یہ زمین میں بڑے بن کر رہے تو پھر ہوا کیا؟ **وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ۔ سَابِقِينَ** سابق کی جمع ہے اسم فاعل جمع مذکر ہے اور اس کے یہاں پر ایک معنی تو یہ ہیں کہ نہیں تھے وہ سبقت لے جانے والے (اس سے مراد ہے کہ کفر میں وہ سبقت کرنے والے نہیں تھے کہ وہ کفر کرتے اور بھاگ جاتے اور ہم انہیں نہ پکڑتے) وہ کفر کر کے پھر جاتے کہاں؟ ہم نے ان کو پھر پکڑ لیا دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ہماری گرفت سے بچ نہ سکے وہ بچ کر جاتے کہاں؟ یعنی گناہ کر کے ،شرک کر کے، کبر کر کے، پیغمبر کا انکار کر کے(سابق ہوتا ہے سبقت لے جانا، بھاگنا، دوڑنا دنیا میں کتنی بھی ترقی کر لی دولت کے انبار تھے، ڈھیر تھے، محلات تھے جو کچھ بھی تھا ان کے پاس) وہ گئے کہاں؟ زمین ان کو نگل گئی، پانی کی لہروں کے سپرد کر دیا، زمین کے اندر دھنس گئے۔ اب یہاں پر دیکھیں کسی کا تفصیلی ذکر ہے کسی کا مختصر ذکر ہے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کو تسلی دی جا رہی ہے ان کو بتایا جا رہا ہے کہ پیغمبروں کے ساتھ تو ایسا ہی ہوتا رہا ایمان لانے والے تو آزمائے جاتے رہے ہیں دوسری طرف اہل مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے، دھمکی دی جا رہی ہے کہ تمہارا انجام بھی ان لوگوں جیسا نہ ہو اور ان کا سب سے بڑا گناہ کیا تھا؟کبر۔ انہوں نے اللہ ہی کو نہ مانا، کسی نے فسق کیا ،کسی نے فساد کیا، کسی نے ظلم کیا تو پھر ہوا کیا؟ اللہ نے ان کو تباہ و برباد کیا اور یہاں پر پھر آگے کیا کہتے ہیں

آیت نمبر 40۔ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

ترجمہ۔ آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا، پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آ لیا، اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور کسی کو غرق کر دیا اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے

فَكُلًّا پھر سب کو **أَخَذْنَا** ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا ہم نے ان میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کیا مطلب کیا ہے؟ کہ یہ جتنے بھی لوگ ہیں ان میں سے ہر ایک کو جب ہم نے پکڑا، گرفت کی ایسے ہی تھوڑی گرفت کی اصل وجہ کیا تھی ؟ **بِذَنْبِهِ** ان کے گناہوں کی وجہ سے۔

اللہ عدل کرنے والا ہے اللہ انصاف کرنے والا ہے اور اللہ کا عدل بڑا واضح ہے جیسا جیسا جرم تھا، جیسا جیسا گناہ تھا ویسا ویسا عذاب بھیجا اور یہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ شدید ہے تو آپ دیکھ لیں اب یہاں پہ یہ جو کہا **فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ** ہم نے ان میں سے ہر ایک کو پکڑا ان کے گناہوں کی وجہ سے تو یہ کتنے لوگ ہیں جن کو پکڑنے کی بات ہو رہی ہے؟ 5 طرح کے۔ کیسے پکڑا ان کو؟ **فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا** پھر ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ ان پر ہم نے بھیجا **حَاصِبًا** کو۔ **حَاصِبًا (ح ص ب)** کیا ہوتا ہے ایسی تندو تیز ہوا جو کنکر بھی ساتھ لے کر اڑے اور یہ **حَاصِبًا** کا عذاب کس پر آیا تھا؟ پتھراؤ کرنے والی ہوا کس پر بھیجی؟ عاد پر۔ کہ ہم نے قومِ عاد پر مسلسل 7 رات اور 8 دن سخت ہوا کا طوفان بھیجا یہ (سورت الحاقہ آیت 7) میں آپ پڑھ سکتی ہیں پھر ہم نے کیا کیا؟ **وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ** اور کسی ایک کو زبردست دھماکے نے آ لیا اور یہ کون تھے؟ قومِ ثمود کے لوگ تھے قومِ ثمود پر عذاب آیا **الصَّيْحَةُ** کا تو اللہ رب العزت نے **الصَّيْحَةُ** کے ذریعے اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا **الصَّيْحَةُ** کہتے ہیں کہ یہ زبردست دھماکہ تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ عاد ثمود اور مدین پر بھی ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ثمود پر ہوا کیونکہ بعض قوموں پر ایک عذاب میں کئی کئی عذاب بھی شامل تھے۔ اسی طرح **حَاصِبًا** کچھ کی رائے یہ ہے کہ یہ قومِ عاد کے لئے ہے لیکن کچھ یہ کہتے ہیں کہ قومِ لوط کے لئے بھی ہے کیوں قومِ لوط پر پتھر برسائے گئے تھے تو بہرحال قومِ لوط پر **حَاصِبًا** کا عذاب آیا یا قومِ عاد پر اسی طرح **الصَّيْحَةُ** کا عذاب عاد ثمود اور مدین سب پر آیا **وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ** اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ کس کو دھنسایا؟ قارون کو ابھی آپ نے پچھلی آیتوں میں پڑھا ہے کہ قارون اپنی دولت، اپنی شان و شوکت ،اپنے مال،ان سب چیزوں کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا اس کو کیا کیا اللہ تعالی نے؟ **فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ** (81۔ سورت القصص)۔ پھر فرمایا **وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا** اور کسی کو ہم نے غرق کر دیا کس کو؟ فرعون اور ہامان کو غرق کر دیا گیا، ان کو پانی کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا اتنا بڑا بادشاہ، اتنی زبردست حکومت اس کی شان و شوکت لیکن سمندر کی لہروں کا مقابلہ نہ کر سکا ۚ**وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ** اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا اللہ کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ کیوں؟ **فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ**ۖ آپ پھر اس جگہ پہ آجائیے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑا اللہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں تھا پھر کیوں ایسے ہوا ؟ **وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ** مگر وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے تو جتنے بھی قصے اور واقعات یہاں تک سنائے گئے ہیں تو کیا بات پتہ چلتی ہے؟ ایک طرف اہلِ ایمان کی ہمت بندھائی جارہی ہے کہ مشکلات میں، سخت سے سخت طوفانوں میں بھی صبر اور استقامت کا علم بلند کیے رہیں اور اس کو نہ چھوڑیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں تو اللہ کی مدد ضرور آئے گی اور ظالموں کو نیچا دکھائے گی دوسری طرف ظالموں کو یہ بات بتائی جارہی ہے کہ جب اللہ کسی کو پکڑنے پر آتا ہے تو اس کو نیست و نابود کر دیتا ہے کوئی قارون، ہامان، فرعون، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، قومِ شعیب۔ قومِ نوح اور قومِ ابراہیم اور جو بھی بڑی بڑی قومیں ہیں ، جو بھی قابلِ ذکر قومیں ہیں اور بہت سی ایسی ہیں جن کو ہم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں پھر کسی کو بھی نہیں چھوڑتا تو اہلِ مکہ کر کیا رہے تھے؟ ایک طرف توحید کا انکار، شرک کر رہے تھے دوسری طرف پیغمبر کا انکار تیسری طرف اللہ کی کتاب کا انکار چوتھی طرف انکار کرنے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ اور صحابیات کو مارتے پیٹتے تھے، ظلم و ستم کرتے تھے، ستاتے تھے مذاق کرتے تھے۔ پانچویں طرف اپنے خداؤں کے بارے میں انکا عقیدہ تھا کہ دنیا میں بھی ان کی وجہ سے ہمیں رزق ملتا ہے بارش ہوتی ہے ہمیں فائدے ملتے ہیں آخرت میں بھی یہ ہمیں اللہ کی پکڑ سے بچا لیں گے ان کے بڑے غلط عقیدے تھے اور انھوں نے بہت سی غلط باتیں اپنے خداؤں کے بارے میں

سوچ رکھی تھیں تو اب یہاں پر اللہ رب العزت اہلِ قریش کو اور ان میں سے مشرکین کو ڈرا رہے ہیں تنبیہ کر رہے ہیں۔ اور اہلِ شرک کے لئے بڑی خوبصورت اللہ تعالیٰ نے مثال دی

آیت نمبر 41۔ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

ترجمہ۔ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دُوسرے سرپرست بنا لئے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے کاش یہ لوگ علم رکھتے

مَثَلُ الَّذِينَ مثال ان لوگوں کی **اتَّخَذُوا** جنہوں نے پکڑ لیا، بنا لیا **مِن دُونِ اللَّهِ** اللہ کے سوا **أَوْلِيَاءَ** ولی کی جمع ہے **أَوْلِيَاءَ** دوست۔ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنا لئے ہیں، دوسرے ولی بنا لئے ہیں انسان یا شجر یا حجر ،درخت، پانی پتھر اور اپنے جو **أَصْنَامٌ، أَوثَانٌ** انہوں نے بنا لئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں وہ کیسے ہیں؟ **كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ** گویا کہ مکڑی **الْعَنكَبُوتِ** واحد ہے اور اس کی جمع ہے **عَنَاكِبُ** تو ان کی مثال مکڑی جیسی ہے۔ مکڑی کرتی کیا ہے؟ **اتَّخَذَتْ بَيْتًا** جو اپنا ایک گھر بناتی ہے **وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ** اور بے شک **أَوْهَنَ** ہوتا ہے **وَهَنْ** سے نکلا ہے یعنی سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے **الْبُيُوتِ** بیت کی جمع ہے گھروں میں سے مکڑی کا جو گھر ہے وہ سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے تو آپ دیکھ لیجئے یہاں یہ کیا ہے **وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ** گھروں میں سب سے زیادہ کمزور **لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ** مکڑی کا گھر ہے **لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ** کاش یہ لوگ علم رکھتے اب آپ دیکھیں کہ کمزور کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ **ضَعِيْف** استعمال نہیں کیا جس کی ضد قوی ہوتی ہے (یعنی طاقت اور قوت میں کمزور) اللہ تعالیٰ نے **وَاهِيَة** بھی نہیں کہا جیسے کپڑا کمزور ہو جاتا ہے، کسی چیز کا ڈھیلا پڑ جانا، کسی کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں بالعموم کپڑے اور رسی کے کمزور ہونے کے لئے ہوتا ہے **وَاهِيَة** تو اسی طرح یہاں پہ اللہ تعالیٰ نے **اَذِلَّة** بھی نہیں کہا **اَذِلَّة** بھی کم تر کو کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا۔ **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ** (123۔ سورت آل عمران) جبکہ تم کمزور تھے تو بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی یہاں پہ اللہ نے **أَوْهَنَ** کیوں استعمال کیا؟ **وَهَنْ** کمزور ہونا مادی طور پر استعمال ہوتا ہے اگر ہڈی یا کوئی سخت چیز کمزور ہو تو بھی **وَهَنْ** کہتے ہیں اور معنوی طور پر بھی جیسے عمل کی کمزوری ہو یا اخلاقی کمزوری ہو تو بھی یہ استعمال ہوتا ہے جیسے کسی میں طاقت نہ رہے اور وہ کمزور اور سست ہو جائے تو اللہ رب العزت کیا بتاتے ہیں کہ **وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ** گھروں میں سب سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ اہلِ مکہ کیا کر رہے ہیں انہوں نے جو اپنے فرضی دیوتا بنا رکھے ہیں خود سے اپنے بت تراش لئے ہیں اور وہ تکیہ کیے بیٹھے ہیں کہ ان کی سفارش ہوگی اور پھر ہماری بھی ناؤ پار لگ جائے گی تو ان کے سہاروں کو یہ قلعے کی دیوار سمجھتے ہیں وہ دوسروں کو جو اپنا معبود سمجھ کر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں یہ بالکل ایسے ہی بے فائدہ ہے جیسے کہ گھروں میں سے سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ اب دیکھیں کہ ان کی یہ جوسوچ اور عقیدہ ہے ان کا اپنے خداؤں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا، اللہ کے ہاں سفارشی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کہ مکڑی کا گھر

اب آپ دیکھیں کہ غیر اللہ کے سہارے مکڑی کے جالے کی طرح ہیں ، مکڑی کے جالے کی طرح ناپائیدار ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ مکڑی کا جالا ہوتا کیسا ہے؟ مکڑی کی بھی مختلف قسمیں ہیں بعض ان میں سے زمین میں گھر بناتی ہیں وہ یہاں مراد نہیں ہیں وہ مکڑی جو جالا تانتی ہے اور اس میں پھر خود ہی معلق رہتی ہے خود ہی گھر بناتی ہے خود ہی اندر مری ہوئی ہوتی ہے اس جالے کے ذریعے مکھی کو شکار کرتی ہے کیا کرتی ہے مکڑی ؟ مکھی پتنگے وغیرہ کو اپنے جالے میں پھنسا لیتی ہے خوبصورت سا اس کا گھر نظر آتا ہے لیکن جالے کے تار کتنے زیادہ کمزور ہوتے ہیں معمولی سی ہوا سے وہ تار ٹوٹ سکتے ہیں آپ اپنی انگلی لگائیں صرف لگائیں کچھ بھی نہیں کر رہے آپ اپنی انگلی لگاتے ہیں تو انگلی سے مکڑی کا گھر ٹوٹ جاتا ہے تو انگلی کی چوٹ بھی اس کا گھر برداشت نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ تمہارا اپنے معبود ں پر اعتماد کرنا، توقعات کا وہ گھروندا ہے، توقعات کا وہ گھر ہے کہ اس کی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ کچھ نہیں ہے تمہاری توقعات کا یہ گھروندا اللہ کی تدبیر کے پہلے ہی تصادم سے پاش پاش ہو جائے گا، وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا مثلاً آپ دیکھیں اللہ رب العزت سورت البقرہ آیت میں کہتے ہیں **فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** (256۔ سورت البقرہ) جو طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے وہ مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ تو اب یہاں پہ کہ مکڑی کے جالے کو نازک اور کمزور کے طور پر ایک طرف اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ مکڑی کے گھریلو تعلقات بھی نازک اور ناپائیدار ہوتے ہیں اور یہ بات صحیح بھی ہے کہتے ہیں کہ مکڑی بیشتر اوقات اپنے نر کو خود ہی مار دیتی ہے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ مکڑی کا گھر بھی کمزور اس کے تعلقات بھی کمزور اس سے امیدیں بھی کمزور اگر وہ کسی مکھی کو پھانس لیتی ہے یا کسی پتنگے وغیرہ کو یا کسی بھی چھوٹے سے کیڑے وغیرہ کو پھانس کے اپنے اندر لے آتی ہے اور پھر ہوتا کیا ہے؟ کہ اس کے بعد وہ بھی اندر مر جاتا ہے خود بھی مری ہوئی ہوتی ہے تو اصل بات کیا ہے کہ یہاں پہ اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ وہ لوگ جو بت پرستی کرتے ہیں جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مکڑی اپنے جالے کے تاروں پر بھروسہ کرتی ہے تو اس سے پھر کیا بات پتہ چلتی ہے کہ شرک نہیں کرنا چاہئے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں پہ شرک کی تردید کی ہے مکڑی کی مثال دے کر اور بڑی خوبصورت یہ مثال ہے اور آپ بھی اپنے گھروں میں دیکھتیں ہی ہوں گی بعض اوقات کسی کا بڑا گھر ہے تو کچھ دنوں تک آپ کسی سائیڈ پر نہیں جاتیں تو ایسے لگتا ہے کہ مکڑی نے گھر بنا لیا ہے لیکن ذرا سا کپڑا لگانے سے، ذرا سا اس طرف بڑھنے سے وہ جالے فوراً صاف ہو جاتے ہیں تو کچھ بھی حقیقت نہیں ہے تو اس سے سمجھنا چاہئے کہ حقیقت کیا ہے؟ توحید اور بے حقیقتی کیا ہے؟ شرک ہے تو پھر یہاں سے ہمیں عمل کا اصول کیا ملتا ہے ؟ عمل کا اصول یہ نکلتا ہے کہ اپنی زندگی سے شرک کو نکال باہر کریں کیونکہ مشرکوں پر اللہ کا عذاب آیا اور اللہ کے عذاب کی پہلی اور ہلکی سی چوٹ پر ان کی توقعات کا سارا محل تار تار ہو گیا ان کے معبود بھی وہیں پڑے رہے خود بھی وہیں پڑے کہ پڑے رہ گئے یہ ہے اس کا معنی

آیت نمبر 42۔ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جس چیز کو بھی پکارتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے اور وہی زبردست اور حکیم ہے

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جس چیز کو بھی پکارتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے اور وہی زبردست اور **حَکِیمُ** ہے اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ کو سب حقیقتوں کا علم ہے اللہ کو پتہ ہے کہ کون کیا کرتا ہے اللہ کو پتہ ہے کہ کون توحید پرست ہے اور کون شرک کر رہا ہے اور وہ زبردست بھی ہے اور حکیم بھی اور آپ یہ بات یاد رکھیے کہ **الْعَزِیزُ** اگر استعمال ہوتا ہے تو کتنے معنی دیتا ہے؟ نمبر 1. ایک تو قدر و منزلت اللہ کے پاس ہے نمبر 2۔ کہ قوت والا قہر والا بھی اللہ ہے اور نمبر 3. غلبے والا بھی اللہ ہے۔ تو عزت بھی اللہ کے پاس ہے اور قہر بھی اللہ کے پاس ہے بڑی قوت والا ہے اور غلبے والا بھی اللہ ہے۔ فرعون، ہامان اور قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب، قارون کوئی بھی بچ نہ سکا جس نے شرک کیا، جس نے ظلم کیا، جو مفسد بنا، جو فاسق بنا بس اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا کیوں؟ اللہ زبردست ہے اور **الحکیم** اس کے فیصلے حکمت والے ہیں اور اس کے جو فیصلے ہیں صرف حکمت والے نہیں ہیں وہ فیصلوں کو نافذ بھی کرتا ہے **(ح ک م)** کے معنی حاکم کے بھی ہیں اور حکمت کے بھی گویا حاکم فیصلے بھی حکمت سے کرتا ہے اور اس کے بعد اپنے فیصلوں کو نافذ بھی کرتا ہے اب جو بھی شرک کرنے والے ہیں محمد ﷺ آپ ان کو چھوڑ دیجیے۔ اللہ خود ہی ان سے نمٹ لے گا کیونکہ وہ عزیز اور حکیم ہے

آیت نمبر 43۔ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ

ترجمہ۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش (سمجھانے) کے لئے دیتے ہیں، مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں کیوں ہم نے یہ مثالیں بیان کیں؟ جتنے بھی قوموں کے واقعات تھے کیوں اللہ تعالیٰ نے بیان کیے؟ تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں تاکہ لوگ اللہ سے ڈریں، اللہ کی بندگی کریں، توحید پرست بنیں **وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ** مگر عقل نہیں لیتے ان سے **إِلَّا الْعَالِمُونَ** صرف علم رکھنے والے تو جو علم رکھنے والے ہوتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں **عَالِمُونَ** عالم کی جمع ہے یہ اسم فاعل ہے ہم **عالِم** کسے کہتے ہیں؟ جس نے علم حاصل کر لیا۔ نہیں بلکہ عالم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر غور کرے اور اس کی اطاعت پر عمل کرے اور اس کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچے امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے **حدیث** کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا عالم وہی شخص ہے نمبر 1۔ جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر غور و فکر کرے نمبر 2۔اس کی اطاعت پر عمل کرے نمبر 3۔ اور اس کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچے۔ تو کیا بات پتہ چلتی ہے کہ قرآن و حدیث کے محض الفاظ سمجھ لینا، ان کو یاد کر لینا لفظی ترجمہ، مادہ اور پھر ہم نے اس کو سمجھ لیا تو اس سے انسان عالم نہیں بن جاتا جب تک کہ وہ قرآن پر تدبر نہ کرے اور غور و فکر کی عادت نہ ڈال لے جب تک پھر اپنے علم کے مطابق وہ عمل کرنا نہ شروع کر دیں یعنی اپنے علم کو عمل میں ڈھال نہ لیں۔ حضرت عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے 1000 امثال سیکھی ہیں ابن کثیر رحمہ اللہ اس بات کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس آیت مذکورہ میں عالم انہی کو کہا ہے جو اللہ اور رسول کی بیان کردہ امثال کو سمجھتے ہیں۔ ویسے مثالیں تو بہت سی ہیں لیکن اللہ اور اللہ کے رسول کی بیان کردہ مثالیں جو پورے قرآن میں ہیں اور جو ہمیں سیرت سے پتہ چلیں گی حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں قرآن کی کسی آیت پر پہنچتا ہوں تو میری سمجھ میں جب نہیں آتا تو مجھے بڑا غم ہوتا ہے کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے **وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ** غم زدہ ہو رہے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ ہمیں تو یہ سمجھ میں نہیں آئی تو پھر عمل میں کیسے آئے گی؟

آیت نمبر 44۔ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے، در حقیقت اِس میں ایک نشانی ہے اہلِ ایمان کے لئے

پیدا کیا اللہ نے آسمان اور زمین کو کیسے؟ **برحق** اللہ حق ہے ،کائنات حق ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ حق ہے اور فرشتے حق ہیں اور اللہ نے جو رسولوں کو بھیجا وہ حق ہیں تو حق دے کر بھیجا قرآن دے کر فرشتوں کو بھیجا رسولوں کے پاس بھیجا تو وہ (اللہ)حق ہے اور اس نے حق ہی لوگوں تک پہنچایا لیکن افسوس کے لوگ حق کو چھوڑ کر عنکبوت کی طرح، مکڑی کی طرح گھر بنا کر شرک کرنے لگے لوگوں سے توقعات وابستہ کرنے لگے تو یہاں پر پھر کیا بات ہمارے سامنے اصول کے طور پر آئی؟ کہ اللہ رب العزت جو بات ہمیں بتانا چاہتے ہیں، جو بات ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں کہ کائنات سے حقیقت کو پالو کائنات تو حق ہے اور سچے علم والے ہی حق والے لوگ ہیں جو کتابی بحثوں کے ماہر نہیں ہوتے بلکہ اللہ کی کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیاں دیکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں دنیا کے چھوٹے چھوٹے واقعات ان کے ذہن میں داخل ہوتے ہیں اور بڑا سبق بن جاتے ہیں یہاں تک کہ یہی علم ان کی معرفت بن جاتا ہے جس کا نام ایمان ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

ؔ سو خداوند ملے ایک سے ایک سجدہ طلب

انسان سخت مراحل سے خدا تک پہنچا

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ اس میں بڑی نشانیاں ہیں مگر کن لوگوں کے لئے؟ جو ایمان لانے والے ہیں تو زمین پر نباتات، پودے ،درخت، آسمان، زمین، کائنات کا ذرہ ذرہ اور پھر پیغمبروں کے واقعات اور پھر نبی کی زندگی سے جو آپ نے مثالیں بیان کیں اِن سب سے کیا ہے؟ کہ معرفت حاصل کریں اور ایمان کو عمل میں ڈھالیں یعنی صرف زبانی ایمان نہ ہو، قلبی ایمان نہ ہو بلکہ عملی ایمان ہم اپنائیں مجھے وہ مثال بڑی اچھی لگتی ہے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کے گھر کے باہر پانی کی نہر ہو اور وہ اس میں 5 دفعہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ تو صحابہ نے کہا کہ نہیں تو کہا کہ 5 دفعہ جو نماز پڑھے پھر؟ اسی طرح ایک

شخص نے نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے یہ مثال دی کہ نماز گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جیسے کہ ایک درخت کے سوکھے پتے۔ تو بے شمار مثالیں ہیں تو اصل بات کیا ہے؟ جو ماننا چاہے تو اس کے لئے ایک مثال بھی کافی ہے اور جو نا ماننا چاہے تو اس کے لئے 100 ، 1000 اور لاکھ مثالیں بھی کم ہیں تو اصل بات یہ ہے **إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ** پر بات کو ختم کرتے ہیں کہ ہم اللّٰہ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم اللّٰہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ ہم سب کو بہترین عمل کرنے والا بنائے **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ نَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ**